تَبٰرَكَ الَّذِیْ (۲۹)

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُنِO الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُO﴾ (الملک : ۱'۲)

قرآن حکیم کا انتیسواں پارہ "تَبٰرَكَ الَّذِیْ" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ گیارہ سورتوں پر مشتمل ہے جو سب کی سب مکّی ہیں اور زمانہ نزول کے اعتبار سے مکّی دور کے بالکل آغاز سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اس میں تین وہ سورتیں بھی ہیں جن میں وہ آیات وارد ہوئیں ہیں جن کے بارے میں محققین کا تقریباً اجماع ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی دوسری' تیسری اور چوتھی وحی ہے۔ اس پارے کا آغاز سورة الملک سے ہوتا ہے جس کے آغاز میں بڑی اہم آیت آئی ہے : ﴿ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ﴾ (آیت ۲) اللہ نے موت اور زندگی کا یہ سلسلہ اس لئے پیدا فرمایا کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سے بہتر عمل کرنے والا۔ گویا کہ یہ حیاتِ دُنیوی' جو ہماری اصل حیات اور اصل زندگی کا صرف ایک ابتدائی مرحلہ ہے' اپنی حقیقت کے اعتبار سے امتحانی وقفہ ہے۔ یہی بات علامہ اقبال نے بڑی سادگی سے لیکن بڑے پُرشکوہ الفاظ میں فرمائی ؎

قلزمِ ہستی سے تُو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اِس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اس پارہ میں سورة الدہر میں بھی یہ مضمون وارد ہوا : ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًاO ﴾ (آیت ۲) ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں' پس ہم نے اسے سماعت بھی بخشی اور بصارت بھی عطا فرمائی۔

سورة الملک کے بعد سورة القلم آتی ہے۔ اس کا ایک دوسرا نام سورۃ "نٓ"

ہے۔ اس کے آغاز میں دوسری وحی کی آیات شامل ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی تعریف کی گئی ہے : ﴿ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَّاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ ﴾ (آیات ۱ تا ۴) لوگوں نے حضور ﷺ کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ معاذ اللہ! ان کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے' ان کو نہ معلوم کیا ہوا ہے کہ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ میرے پاس اللہ کا فرشتہ آتا ہے اور وہ اللہ کا پیغام لاتا ہے۔ اسے انہوں نے خللِ دماغ پر محمول کیا۔ اس سے نبی اکرم ﷺ کو رنج پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ اے نبی (ﷺ) آپ غمگین نہ ہوں' آپ ملول اور رنجیدہ نہ ہوں' آپ ان کے کہنے سے (نعوذ باللہ) کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے! آپؐ تو اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں' آپ کیلئے آپ کے رب کے پاس اجرِ غیرِ ممنون یعنی کبھی نہ منقطع ہونے والا اجر ہے۔ سورۂ ن کا اختتام ہوتا ہے حضور ﷺ کو صبر کی انتہائی مؤثر تاکید پر کہ : ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ﴾ (آیت ۴۸) پس اپنے رب کے حکم کا اور اس کے فیصلے کا انتظار کیجئے اور اس مچھلی والے کی مانند نہ ہو جایئے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کیجئے۔ اپنے فرائض نبوت و رسالت کو ادا کرتے رہیے اور نتائج کو اللہ کے حوالے کر دیجئے۔

اس کے بعد سورۃ الحاقہ آتی ہے' جس میں بڑے پُر شکوہ انداز میں آخرت کا اثبات کیا گیا ہے کہ وہ ایک شُدنی چیز ہے' واقع ہو کر رہنے والی شے ہے۔ فرمایا : ﴿ اَلْحَآقَّةُ ○ مَا الْحَآقَّةُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ○ ﴾ (آیات ۱ تا ۳)

اس کے بعد سورۃ المعارج آتی ہے۔ اس میں اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف اور خصائص کا ذکر ہے اور یہ تقریباً وہی مضمون ہے جو اٹھارہویں پارے میں سورۃ المومنون کے آغاز میں آچکا ہے۔

اس کے بعد آتی ہے سورۂ نوح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر "اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" کس تندہی' کس جانفشانی' کس سرفروشی اور کس

سرگرمی کے ساتھ اللہ کی دعوت لوگوں تک پہنچاتے رہے اور لوگوں نے کس طرح ڈھٹائی کی روش اختیار کی اور انکار و اِعراض پر آڑے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی مایوسی کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم سے اس درجہ مایوس ہو چکے تھے کہ انہوں نے اللہ سے دعا کی : ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا○ ﴾ (آیات ۲۶٬۲۷) اے رب! اب تو اس زمین پر کافروں کا ایک بھی گھر بستا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو ان کی آئندہ نسلوں میں سے بھی محض کافر اور فاسق ہی پیدا ہوں گے۔

اس کے بعد سورۃ الجن ہے٬ جس میں جِنّوں کی ایک جماعت کی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری٬ قرآن مجید کا سننا اور پھر جا کر اپنی قوم میں نبوت محمدیؐ کی تبلیغ کرنا٬ یہ سب حالات بیان ہوئے ہیں۔

اس کے بعد آتی ہیں قرآن مجید کی وہ دو انتہائی حسین و جمیل سورتیں جو ہر مسلمان کو انتہائی عزیز ہیں ـــــ ان کا آغاز ہوتا ہے ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ○ ﴾ اور ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ○ ﴾ کے الفاظ سے۔ یعنی یہ نبی اکرم ﷺ سے خطاب ہے۔ دونوں الفاظ کے معنی تقریباً ایک ہی ہیں : "اے کپڑے میں لپٹ کر لیٹنے والے" اب کھڑے ہو جاؤ٬ کمربستہ ہو جاؤ٬ اپنی عملی جِدّوجُہد کا آغاز کر دو! آپؐ کی اس جِدّوجُہد کے دو رُخ ہیں۔ ایک ہے اللہ کی طرف۔ چنانچہ راتوں کو اللہ کے حضور دست بستہ کھڑے رہو اور اُس کا کلام پڑھتے رہا کرو! اُسی کے ہو کر رہ جاؤ٬ توسّل اور توکّل کا رشتہ اب اللہ ہی کی ذات کے ساتھ ہو٬ اور جو اَعدائے دین اور اَعداءُ اللہ ہیں٬ مشرکین اور معاندین ہیں٬ ان کی مخالفت پر صبر کرو اور ان سے قطع تعلق کی روش اختیار کرو۔ اور ان سے یہ قطع تعلق انتہائی خوبصورتی کے ساتھ ہو تاکہ دعوت و تبلیغ کے آئندہ مراحل میں یہ رکاوٹ نہ بن جائیں۔ ایک طرف یہ ہدایات ہیں٬ دوسری طرف سورۃ المدثر میں دعوتِ نبوی اور رسالت کا جو فرض منصبی ہے

اس کی ادائیگی کا حکم ہوا : ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ۝﴾ (آیت ۲) کھڑے ہو جایئے اور لوگوں خبر دار کیجئے اُس وقت سے جو آنے والا ہے۔ آخرت سے خبردار کیجئے' اُخروی انجام سے ڈرایئے' ان نیند کے ماروں کو جگایئے۔ فرمایا ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ۝﴾ یہ ہے در حقیقت دعوتِ محمدی ﷺ بلکہ یوں کہئے کہ ہر نبی کی دعوت کا نقطۂ آغاز۔ لیکن حضور ﷺ کی دعوت کا منتہائے مقصود وہ ہے جو اگلی آیت میں وارد ہو : ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۝﴾ (آیت ۳) اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کیجئے' اُس کی بڑائی کا اعلان کیجئے اور صرف اعلان ہی نہیں اُس کی بڑائی و تنزیہ کا اس طرح اثبات و نفاذ کہ اللہ واقعی بڑا ہو جائے' اُس کو حقیقتاً بڑا مانا جائے' اُس کا حکم تمام احکام سے اونچا ہو' اُس کا جھنڈا تمام جھنڈوں سے سربلند ہو' اُس کی مرضی تمام مرضیوں سے مقدم ہو۔ یہ اعلائے کلمۃ اللہ' یہ اقامتِ دین' یہ اظہارِ دینِ حق ہی نبی اکرم ﷺ کی جدّ و جُہد کا ہدف اور مقصود ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں دعوتِ محمدی ﷺ کا نقطۂ آغاز اور دوسری آیت میں اس جدّ و جُہد کی آخری منزل بیان ہوئی۔ اور اس سلسلۂ آیات میں بھی جو آخری بات فرمائی گئی وہ یہ ہے ﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۝﴾ (آیت ۷) اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ آپ کو اس راہ میں مصائب جھیلنے ہوں گے' مشکلات برداشت کرنی ہوں گی' مخالفتوں کا سامنا ہو گا' طرح طرح کے موانع راستے میں آئیں گے' لیکن آپ ان سب کے باوجود' ان کے علی الرغم اپنے اس فرض منصبی کے ادائیگی میں لگے رہیے' جھیلئے جو کچھ بھی آپ پر بیتے' برداشت کیجئے جو بھی اغیار یا اعداء کی طرف سے آپ کے راستے میں آئے۔

اس کے بعد سورۃ القیامہ آتی ہے۔ سورۃ القیامہ' سورۃ الدھر اور سورۃ المرسلٰت انتیسویں پارے کی آخری تین سورتیں ہیں اور ان تینوں کا مرکزی مضمون وہی قیامت اور احوالِ قیامت' جنت اور دوزخ کے احوال اور ان کی کیفیات ہیں۔ سورۃ القیامہ کا آغاز ہوتا ہے : ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ۝﴾ (آیت ۱) میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ تمہیں اس کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں' جبکہ میں

اس کو اتنا قطعی اور یقینی جانتا ہوں کہ میں اس کی قسم کھا رہا ہوں۔ اور اگر اس کی دلیل تمہیں اپنے باطن میں مطلوب ہے تو ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ (آیت ۲) یہ تمہارا ضمیر' یہ نفسِ ملامت گر سب سے بڑی دلیل ہے کہ یہ جب تمہیں بتاتا ہے کہ کیا خیر ہے اور کیا شر ہے اور یقیناً خیر' خیر ہے اور شر' شر ہے تو اس کے نتائج بھی نکلنے چاہئیں۔ نیکو کاروں کو ان کی نیکو کاری کی جزا ملنی چاہئے اور بد کاروں کو ان کی بد کاری کی سزا ملنی چاہئے۔ اور یہی آخرت اور قیامت ہے۔

سورۃ الدھر میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں۔ اور اس کے بعد نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ اہلِ جنت کس آرام میں ہوں گے' ان کو کیسی کیسی نعمتیں اپنے پروردگار کی طرف سے مل رہی ہوں گی۔

آخر میں سورۃ المرسلٰت ہے' اس میں بھی قیامت اور آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اہل ایمان کو اور کافروں اور مشرکوں کو وہاں جن مختلف صورت ہائے حالات سے دوچار ہونا ہے' اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور سزا و عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

☆ ☆ ☆

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۳۰)

﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(النبا : ۱-۵)

قرآن حکیم کا تیسواں اور آخری پارہ ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے اور پارہ "عَمَّ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس پارہ میں چھوٹی بڑی ۳۷ سورتیں شامل ہیں اور یہ تمام سورتیں' آخر کی چھ چھوٹی چھوٹی سورتوں کو چھوڑ